ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فیصل زمان چشتی کی شاعری کا فنی و فکری مطالعہ
("ہجر کو بخشی دھڑکن" کے تناظر میں)

- غلام مدثر

ایم فل اردو، ایم ایڈ، EST اُردو گورنمنٹ ہائی سکول مراد کے کاٹھیہ ساہیوال

- ڈاکٹر رحمت علی

پرنسپل! گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج، کمیر ٹاؤن، ساہیوال

- جمیلہ اعجاز

سکالر ایم فل اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، ساہیوال / لیکچرر اُردو گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج برائے خواتین ہڑپہ ساہیوال

Abstract:

*Faisal Zaman Chishti **is** a devoted Sufi and a poet of rare sincerity and moral clarity. What lends a distinctive charm to his poetic voice is his masterful use of almost the entire classical apparatus of ilm al-Bayan and ilm-al-Badi', which he weaves seamlessly into his verse. His poetry moves effortlessly across a wide emotiona and ideological landscape, embracing themes of peace and revolution, the dignity and suffering of the laborer, Palestine and Pakistan, the trials of the common individual, social bitterness, exile, from home, the ache of separation, and the pain of a faithless beloved. Taken as a whole, it is beyond doubt that Faisal Zaman Chishti's poetic style stands as both powerful and profoundly distinguished.*

Keywords:

نبض، کسک، جدائی، اسلوب، استعارہ، شگفتگی، علامت، عجز، خطیبانہ، استفہامیہ انداز

فیصل زمان چشتی کا شمار اُردو ادب کے اہم شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ گزشتہ کئی سالوں سے بطور جوائنٹ سیکرٹری حلقہ ارباب ذوق سے وابستہ ہیں۔ "ہجر کو بخشی دھڑکن" اُن کا تیسرا شعری مجموعہ ہے جو 2022ء میں ماورا پبلشرز لاہور سے شائع ہوا۔ فیصل زمان چشتی 3 مارچ 1975ء کو میاں چنوں کے ایک گاؤں 123/7ER میں پیدا ہوئے(1)۔ ان کے والد کا نام پیر نیاز احمد چشتیؒ ہے جو اپنے وقت کے معروف سکول ٹیچر تھے۔ فیصل زمان چشتی کا سلسلہ نسب اٹھائیسویں پشت سے بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے جا ملتا ہے اسی نسبت سے وہ ادبی اور روحانی شخصیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز گاؤں کے سکول سے کیا اور 1985ء میں پانچویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔ مڈل کا امتحان 1988ء میں اور میٹرک کا امتحان 1990ء میں گاؤں کے ہی ہائی سکول سے پاس کیا۔ میاں چنوں میں گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ موجودہ کامرس کالج سے سی کام اور ڈی کام کیا۔ گورنمنٹ کالج آف کامرس ملتان سے سیشن 1994 تا 1997ء میں ایم اے اکنامکس کیا۔ 2002ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔بی۔اے مارکیٹنگ کیا اور 2016ء میں ایم اے اُردو کیا۔ ادبی سرگرمیوں میں ان کی دلچسپی کے حوالے سے ان کے بھائی ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں:

> "فیصل زمان چشتی کو ادبی ذوق سکول ہی کے زمانے سے تھا؛ تب سکول میں وہ بیت بازی کے مقابلوں میں حصہ لیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ ان کے والد نے گاؤں ہی میں ایک تنظیم "بزمِ فکرِ نو" کے نام سے بنائی تھی۔ جس کا اجلاس ہر جمعرات کو ہوتا تھا۔ اسی تنظیم میں طرحی مشاعروں کی ابتدا ہوئی۔ ان کے استاد اسرار احمد چشتی ان مشاعروں میں مصرع طرح دیا کرتے تھے۔ فیصل زمان چشتی اصلاح سخن بھی انہیں سے لیا کرتے تھے؛ اسی تنظیم نے فیصل زمان چشتی کو شاعری اور شعر کہنے کا ماحول فراہم کیا"۔(2)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فیصل زمان چشتی نرم خو اور اچھے مزاج والے انسان ہیں۔انہیں کبھی بھی دوستوں یا گھر والوں نے غصہ کرتے نہیں دیکھا۔دراصل اُن کی نرم مزاجی کی بنیادی وجہ تصوف سے اور سلسلہ چشتیہ سے وابستہ ہونا ہے۔وہ گولڑہ شریف کے پیر اور معروف روحانی شخصیت عبدالحق شاہ گیلانیؒ کے مرید ہیں۔وہ میٹرک کے بعد متواتر شعر کہنے لگے۔ان کا مذکورہ شعری مجموعہ جس کا انتساب ان کے چچا محمد نواز چشتیؒ اور چچا پیر سجاد حسین چشتیؒ کے نام ہے۔فیصل زمان نفیس انسان اور منفرد لب و لہجے کے عمدہ شاعر ہیں۔شعری ذوق اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے ان کی جبلت میں ودیعت کر دیا تھا۔وہ ادبی ذوق اور طبع موزوں ہونے کی وجہ سے مختلف مشاعروں میں جب بھی شامل ہوتے ہیں؛خوب داد سمیٹتے ہیں۔اس مضمون میں فیصل زمان چشتی کے مذکورہ شعری مجموعہ کے تناظر میں بات کی جائے گی۔اس حوالے سے فیصل زمان چشتی کے بارے میں فرحت عباس شاہ لکھتے ہیں:

"فیصل زمان چشتی اپنے شعری سفر میں جس طرح روایت سے جدت کی طرف سفر کرتا نظر آتا ہے وہ بہت قابلِ تحسین ہے۔مادی علامتوں کو مجرد اور تجریدی کیفیات کو مادی علامتوں کا اسلوب اس کی شاعری میں تازگی کے ساتھ ساتھ شدتِ اظہار کا احساس بھی پیدا کرتا ہے۔اس کے ہاں دُکھ احتجاج بن جاتا ہے اور احتجاج کیفیت سے لبریز ہو کر سامنے آتا ہے۔شاعری کا بنیادی وصف ہی یہ ہوتا ہے کہ چاہے کیسا بھی موضوع کیوں نہ ہو شعری کیفیت کہیں مجروح نہ ہو۔فیصل اس شعری وصف سے مالا مال ہے"۔ (3)

مذکورہ بالا کیفیات کو بیان کرنے کے لیے ان کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔لکھتے ہیں :

کبھی ہستی کے الم ہیں، کبھی مخلوق کے غم

دکھ بہانے سے مری گود میں آجاتا ہے(4)

جہاں ان کی شاعری میں غمِ دنیا، غمِ ہستی اور ہجر کا ذکر عام ملتا ہے وہیں ان کے کلام میں موضوعات کا تنوع بھی نظر آتا ہے۔اپنے تخلیقی سفر میں انہوں نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر غافر شہزاد کہتے ہیں:

"فیصل زمان چشتی نوجوان شاعر ہے۔یہ تخلیقی سفر پر رواں دواں ہے اور یہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔اس کو سفر سے محبت ہے۔سفر میں درپیش مراحل سے لطف اُٹھانے کا ڈھنگ بھی اُسے آتا ہے"۔(5)

دنیا میں شاعری اور مصوری کو سب سے زیادہ پزیرائی ملی لیکن شاعری کی روایت مصوری سے زیادہ مقبول ہے۔شاعر ہمیشہ ہمارے جذبات و احساسات اور اپنے ماحول اور معاشرے کا عکاس ہوتا ہے۔شاعری میں جہاں عشق و محبت کے لطیف جذبات پائے جاتے ہیں وہیں معاشرتی ناہمواری، نامساعد حالات، مجبوری، محرومی، بے بسی اور مفلسی کا شدید احساس پایا جاتا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر شاہدہ دلاور شاہ لکھتی ہیں:

"فیصل زمان چشتی اپنے فن میں معتدل کہکشاؤں کا راہی ہے۔اِنہیں کہکشاؤں پر راستے بناتے ہوئے وہ کلاسیکی روایت کے تغزل کی اُنگلی پکڑتے ہوئے عصری ناہمواریوں، نامساعد حالات اور پیچیدگیوں کے ملبے سے اسے سُخن میں جدت و تازگی تلاش لینے میں کامیاب ہوتا ہے۔یہی استقامت اس کے فنی امور کی دست گاہ کو جلا بخشتی ہے"۔(6)

شاعر ہمیشہ محنت اور لگن کے ساتھ لکھتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ہمیشہ حق اور سچ لکھے کیوں کہ معاشرہ ہمیشہ پسند اور ناپسند کی بجائے سچے لوگوں کو پہچان دیتا ہے۔خالد شریف لکھتے ہیں:

"گزشتہ پانچ برسوں میں جن شعرا نے اپنی لگن اور ریاضت کے سبب اپنے شعری قد و قامت میں نمایاں اضافہ کیا ہے ان میں فیصل زمان چشتی کا نام سرفہرست ہے۔انہیں متعارف کرانے کا اعزاز بھی "ماورا" کو حاصل ہوا اور آج وہ ایک مستند شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ادارہ "ماورا" ہی نے ان کی تازہ ترین تخلیق "ہجر کو بخشی دھڑکن" شائع کی ہے"۔(7)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مذکورہ بالا اُردو ادب کے مشاہیر جنہوں نے اُن کے بارے میں اپنی آراء دی ہیں ان سے ان کی شاعری کو اور زیادہ معتبر سمجھا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ تمام لوگ عصرِ حاضر میں اُردو ادب کے بڑے نام ہیں اور خود فیصل زمان چشتی بھی عصر حاضر کے نوجوان شعرا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ فیصل زمان چشتی نے حمد، نعوت، مناقب، غزلیات اور نظموں جیسی معروف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔

اُن کا اسلوب بیاں بہت ہی دلکش ہے۔ الفاظ کا چُناؤ بہت خوب صورت ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں کثرت سے تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً سراپا عجز ،جود و کرم، دامان عافیت، بروز محشر، جذبہ عرفاں، اساس دیں، شجر کاری، کبوتر، چڑیاں، دھڑکن، محو خرام، برسات، ترسیل، سپنے، گلزار، سایہ دیوار، ملہار، ربط دل، لب و رُخسار، بخیہ گری، منیم شہر، سود و زیاں، دربار تمنا، سوچ و فکر و فن، آوارگی، ریت قلندر اوج و کمال، ارمان، کربلا، محفل، صراحی، جام، کمال، اجال جیسے الفاظ اور تراکیب ان کے کلام کا حصہ ہیں۔ اس ضمن میں ان کا ایک حمدیہ شعر دیکھیے۔ لکھتے ہیں :

سراپا عجز بنوں وہ کمال دے مُجھ کو

میرے خُدا ذرا ایسے اُجال دے مُجھ کو(8)

مذکورہ بالا شعر میں وہ اللہ تعالیٰ سے عرض گزار ہیں کہ یا اللہ مجھے ایسی کمال کی خوبیاں عطا فرما کہ میں تیرا عاجز بندہ بن جاؤں اور عجز و انکسار میرے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہو ہر وقت تیرا شکر ادا کرنے والا، مصیبت پر صبر کرنے والا تیری عطاؤں پر شکر گزاری کرنے والا، تیری نعمتوں پر عجز کرنے والا بنا دے۔ اے میرے خُدا میرا کردار بھی صاف ہو میری گفتگو بھی پاکیزہ ہو میری شاعری پر بھی تیری رحمت کا سایہ ہو اور مجھے اپنے فضل و کرم سے روشنی عطا فرما۔ میرے ہنر پر اور میرے قلم پر بھی تیری رحمت کا سایہ ہو یہ شعر انسان کو بلندی پر نہیں سجدے میں رکھ کر بلند کرتا ہے۔ حمدیہ شعر کے بعد اُن کے نعتیہ اشعار دیکھیے:

جود و کرم، بھرم بھی وفاؤں کے ساتھ ساتھ
ہم جی رہے ہیں اُن کی عطاؤں کے ساتھ ساتھ
کتنے وہ مہربان ہیں مُجھ رُو سیاہ پر
اُن کو قبول ہوں میں خطاؤں کے ساتھ ساتھ(9)

اس شعر میں فیصل زمان چشتی؛ حضور ﷺ کی سخاوت، آپ ﷺ کی عطا اور آپ ﷺ کی وفا کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری زندگی اور ہماری سانسوں کی ڈوریاں حضور ﷺ کی بدولت ہیں کیوں کہ آپ ﷺ اپنی عاصی امت پر سخاوت، شفقت اور رحمت کی نگاہ رکھتے ہیں اور اسی نظر کرم کی بدولت میں زندہ ہوں ورنہ مجھ جیسا گناہ گار جانے کہاں بھٹکتا پھرتا اور رسول ﷺ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں اتنی مہربانیاں اور کرم نوازیاں ہیں کہ میں گناہوں میں ڈوبا ہوا خطاکار ہوں پھر بھی رسول ﷺ نے مجھ کو اپنے اُمتیوں میں قبول کیا ہوا ہے۔

نزع کا عالم ، لحد کی منزل ، بروز محشر تو ہی سہارا
مرے ندامت بھرے عمل ہیں ترے حوالے اے کملی والے(10)

یہ شعر خوف و رجا کا حسین امتزاج ہے۔ اس نعتیہ شعر میں فیصل زمان کہتے ہیں کہ جب موت کا وقت ہو گا اور جان نکل رہی ہو گی اس وقت بھی مجھے آپ ﷺ کے سہارے کی ضرورت ہو گی اور قبر میں بھی جب فرشتے سوال کریں گے اور سامنے آپ ﷺ ہوں گے دوریوں کے پردے ہٹ جائیں گے۔ (ماکنت تقول) اس وقت بھی میری رہنمائی فرمایئے گا اور حشر کے دن جب نفسا نفسی کا عالم ہو گا تو آپ ﷺ میری سفارش فرمایئے گا کیوں کہ میں ایک گناہ گار اور خطاکار ہوں۔ میرے اعمال نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میری تو تمام منازل کی اُمیدیں آپ ﷺ سے وابستہ ہیں کہ آپ ﷺ ہر منزل پر میری شفاعت فرمائیں گے۔ اس شعر میں شاعر نے انسان کے تین سب سے کڑے مرحلے یکجا کر دیئے ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نزع: موت کی سختی ، لحد: قبر کی تنہائی اور محشر: حساب کا ہنگامہ یعنی ابتدا سے انتہا تک بے بسی ہی بے بسی اور پھر اپنے ندامت بھرے اعمال کا اعتراف کرتے ہوئے صرف نسبت رسول ﷺ پر بھروسہ ہے۔انہوں نے نہ صرف حمدیہ اور نعتیہ شاعری کی بل کہ محبت اہلِ بیتؑ پر بھی شعر کہے۔اس سے متعلق ان کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے:

علیؑ ہے حرفِ محبت، علی ولی مولا
جمالِ شانِ نبوت، علی ولی مولا(11)

فنی حوالے سے اس شعر میں صنعتِ تکرار کا استعمال ہوا ہے۔لفظ علی ولی استعارہ ہے اور حرفِ محبت تلمیح ہے۔مذکورہ بالا خوب صورت شعری اُسلوب کا حامل شعر ہے۔اس شعر میں شاعر حضرت علی المرتضیٰ، شیرِ خُدا سے عقیدت و محبت کا اظہار کر رہا ہے۔یہاں حرفِ محبت سے مراد یہ ہے حرف وہ ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی لفظ مکمل ہی نہیں ہوتا۔گویا شاعر کہتا ہے کہ محبت کی زبان حضرت علیؑ کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی اور دوسرے مصرعے میں شاعر کی مراد رسول ﷺ کی تربیت کی وجہ سے گویا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا جمال اور جھلک اور اس کا وقار حضرت علیؑ کی ذات میں نظر آتا ہے اور ولی مولا اشارہ ہے حضرت علیؑ کی روحانی سرپرستی کی طرف۔قربِ الٰہی اور باطن کی قیادت کی طرف یہ شعر محبت اہل بیت کی طرف بھی شاعر کی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔

وہی ہیں ساحل و منزل وہ جب تھے رونقِ مقتل کہاں تھا ہائے فیصل

علیؑ سے نقشِ پا والے ، شبیہ مصطفیٰ والے ،بہتر کربلا والے(12)

علیؑ سے نقشِ پا والے، شبیہ مصطفیٰ والے، بہتر کربلا والے؛ یہ شعر بھی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ کی محبت پر مبنی ہے۔ساحل بھی وہی، منزل بھی وہی یعنی نجات کا راستہ اور انجام کا دونوں حق والوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔مقتل ؛موت اور خوف کی علامت ہے مگر امام حسینؑ کی موجودگی اور آپؑ کے خاندان نے اسے بارونق ،پُروقار بنادیا اور اسے حیاتِ ابدی دے دی۔دوسرے مصرع میں درد بھرا استفہامیہ انداز ہے۔کہاں تھا ہائے میں فیصل؟ شاعر اپنے زمانے کے فیصلوں اور معاشرتی بے بسی پہ نوحہ کر رہا ہے کہ جب حق کے فیصلے ہو رہے تھے تب میں کہاں تھا؟ نقشِ قدم ہمارے لیے راہ ہدایت ہیں۔اس شعر میں چند ہستیوں کی طرف اشارہ ہے۔شبیہ مصطفیٰ سے مراد امام حسینؑ کی ذات بابرکات ہے۔ چہرہ، سیرت، اخلاق سب میں رسول ﷺ کی جھلک نظر آتی ہے بہتر کربلا والے۔وہ بہتر جانثار جنہوں نے حق و باطل کے درمیان ابدی میزان بنادیا۔حمد و نعوت اور مناقب کے بعد ان کے غزلیہ کلام کی طرف آتے ہیں۔متوسط طبقے کی بے بسی پر ان کا یہ شعر دیکھیے:

مفلسی کی نہیں تکلیف نہ بیماری کی
میرا دکھ یہ ہے کہ بچوں سے اداکاری کی
دُکھ نہ تیغ کیے "ہجر کو بخشی دھڑکن"
اپنی جاگیر میں ہم نے بڑی سرداری کی(13)

یہ اشعار دراصل خود احتسابی پہ مبنی ہیں۔شاعر غربت اور بیماری، جسمانی درد اور تھکن کو دکھ کے ثانوی درجے پر رکھتے ہیں۔اصل دکھ اور زخم تو کہیں اور ہے یعنی بچوں سے اداکاری کرنا، جھوٹی مسکراہٹ، جھوٹے حوصلے اور تسلیاں، وہ باپ جو اندر سے ٹوٹا ہوا ہے لیکن ٹوٹا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔یہ صرف ذاتی دُکھ نہیں بل کہ پورے متوسط طبقے کی خاموش ٹریجڈی ہے۔دوسرے شعر میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے دکھوں کو قتل کر دیا، تہ تیغ کر دیا اور ہجر کو اپنے دل کی دھڑکن بنالیا کیوں کہ جدائی اب روزانہ کا معمول بن چکا ہے یعنی جاگیر تو اپنی ہے مگر اس جاگیر میں دکھ، یادیں اور تڑپنا ہے۔اس شعر میں ان کا شعری اسلوب ملاحظہ کیجیے:

پھول بھیجے ہیں اُسی شخص کو پھر بھی فیصلؔ
جس نے ہر لمحہ مخالف کی طرفداری کی(14)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یہ شعر حُسنِ ظرف اور اخلاقی برتری پر مشتمل ہے جو شائستگی اور انسانیت کی علامت ہے۔ فیصل زمان بتا رہے ہیں کہ جو شخص مسلسل بل کہ ہر لمحہ مخالفین کے ساتھ اُن کی صف میں کھڑا رہا۔ جان بوجھ کر بار بار میں نے پھر بھی اپنی انا کی بات نہیں مانی اور حسن سلوک کا راستہ اختیار کیا۔ یہ شعر دراصل فیصل کی اخلاقی جیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جو دشمنی میں بھی اپنا رویہ خراب کیے بغیر پھول بھیج کر اخلاقی طور پر سُرخرو ہو جاتے ہیں۔

اپنے ترکش میں لیے تیر کہاں تک پہنچی
میرے پیچھے میری تقدیر کہاں تک پہنچی(15)

اس شعر میں ترکش علامت ہے طاقت ہنر اور وسائل کی۔ فیصل زمان کہتے ہیں کہ میری تیاری اور کوشش کس حد تک تھی؟ میری تقدیر کہاں تک پہنچی؟ گویا شاعر اپنی کوشش اور جدوجہد میں آگے بڑھتا رہا لیکن پھر وہ سوال کرتا ہے کہ تقدیر میرے پیچھے رہی یا کہیں کسی موڑ پر رک گئی۔

یوں مرے ہاتھ سے نکلی ہے میری عمرِ رواں
جس طرح بچے کے ہاتھوں سے غبارا جائے(16)

اس شعر میں تشبیہ کا عنصر موجود ہے۔ یہاں عمرِ رواں یعنی زندگی کو ایسی چیز بتایا جا رہا ہے جو ہاتھ میں تھی اور شاعر کو محسوس ہو رہی تھی مگر ہاتھوں سے نکل گئی۔ زندگی کی رمق ختم ہو گئی۔ یہ تشبیہ بہت خوب صورت ہے جس طرح بچے کے ہاتھوں سے غبارہ نکل جائے جب بچہ غبارے سے کھیل رہا ہوتا ہے تو وہ غبارے کو جان بوجھ کر نہیں چھوڑتا؛ بس جوں ہی غبارہ ہاتھ سے نکلا اور فوراً گیا بالکل زندگی بھی کسی بڑے حادثے کے بغیر بے خبری میں ہاتھ سے نکل جاتی ہے بالکل اسی طرح گزرا ہوا وقت بھی لوٹ کر نہیں پلٹتا۔

شہر چھوڑا ہے مضافات میں آ بیٹھے ہیں
چھت کے ہوتے ہوئے برسات میں آ بیٹھے ہیں
جب سے روٹھا ہے، پرندے بھی شجر چھوڑ گئے
اس سے بچھڑے ہیں تو اوقات میں آ بیٹھے ہیں(17)

یہ شعر معاشی دباؤ اور رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ کی آواز ہے۔ یہ اشعار ذاتی نہیں بل کہ اجتماعی تجربہ محسوس ہوتے ہیں۔ لفظ شہر بطور علامت استعمال ہوا ہے۔ مواقع اور شناخت کو مرکز سے دور دھکیل دیئے جانے کی طرف استعارہ ہے۔ مرتبہ اور وقعت سب پیچھے رہ گئے چھت تو موجود ہے لیکن ہمارے نصیب میں کہاں چھت کے نیچے بیٹھنا؟ وسائل ہیں مگر تحفظ نہیں۔ سماجی ناانصافی پر مبنی مصرع ہے۔ برسات میں آ بیٹھنا؛ اس سے ایک اور مراد بھی ہے یعنی گھر سے دُور محنت کی غرض سے کام کاج اور مشکل حالات کا سامنا کرنا۔ پرندے زندگی کی علامت ہیں۔ اُن کا شجر یعنی درخت چھوڑ جانا محبوب کی بے وفائی ہے۔ یار شتوں کا پہلے جیسے نہ رہنا ہے بل کہ اُن کے اندر بدلاؤ آنا ہے۔ اوقات میں آ بیٹھنا تخلیقی استعمال ہے کہ محبوب کے بچھڑنے کے بعد شاعر وقت کے ہاتھوں قید ہو کر رہ گیا ہے اور اب اس کی زندگی اس کے اختیار میں نہیں رہی بل کہ وقت کے رحم و کرم پر ہے۔ یہ اشعار قاری نہ صرف پڑھتا ہے بل کہ پڑھنے کے بعد محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور پھر ان کی تاثیر کو محسوس بھی کرتا ہے۔

دامن چھڑا لیا ہے مسلماں نے دین سے
ایماں پلٹ کے طُرہ کفار بن گیا(18)

مسلمانوں نے دین سے دوری اختیاری کی اور وہ ایمان اور یقین جو کبھی مسلمانوں کی پہچان اور طرہ امتیاز ہوا کرتا تھا۔ جب مسلمانوں نے چھوڑ دیا تو اب وہ کافروں کے سر کا طرہ بن گیا ہے یعنی جب اخلاقی قدروں، علم، عدل، دیانت، انسان دوستی، حُسن اخلاق جو اسلام نے سکھایا تھا؛ آج یہ سب قدریں غیر مسلم معاشروں کی زینت بن گئیں جب کہ مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔ اصل میں شاعر اس شعر میں کسی اور پر انگلی اٹھانے کی بجائے پوری قوم کو اس کا اصل ذمہ دار ٹھہرا رہا ہے۔ شاعر کا یہ خیال؛ اقبالؒ کے خیال سے بھی ملتا ہے۔

تم نے آلام کو تقسیم نہیں ضرب کیا
اور ہم ایسی فضا میں بھی سُبک سار چلے(19)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یہ شعر زاویوں کے اعتبار سے فکری بھی ہے علامتی بھی اور جدید اسلوب کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔ صنعت تضاد بھی ہے۔ تقسیم، ضرب، آلام۔ سبک سار تقسیم اور ضرب دونوں ریاضی کی اصطلاحات ہیں۔ ایک ہی علمی دائرے سے الفاظ لا کر معنی میں ربط اور چستی پیدا کی گئی ہے۔ یہ ریاضیاتی استعارہ بھی ہے جدید اور بلیغ اسلوب بھی۔ شاعر اپنے مخاطب سے کہتا ہے کہ تم نے بجائے دکھ بانٹنے کے انہیں اور بڑھا دیا ہے۔ اس کے باوجود ہم جیسے مظلوم اور حساس انسان گھٹن، ناانصافی اور تکلیف بھری فضا میں بھی سربلندی اور وقار کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ یہاں سبک سار خوش یا بے فکری کی نہیں بل کہ غم اٹھا کر بھی خود کو ٹوٹنے نہ دینے کی علامت ہے۔

لوگ نقاد ہیں سُوئی پہ فرشتے گن لیں
کتنی مشکل ہوئی اب ساکھ بچانی اپنی(20)

شاعر نے کسی نقاد کا نام نہیں لیا۔ صرف ایک علامت "سوئی پہ فرشتے" سے پورا عہد عیاں کر دیا۔ جدید دور میں نقاد متن سے زیادہ متن ساز کو ہدف بناتا ہے۔ ایک لفظ اور بعض اوقات ایک ترکیب پہ پورا مقدمہ کھڑا کر دیتا ہے اسی لیے شاعر کہتا ہے کہ اب ہر شخص سوئی کی نوک پر بھی حساب مانگتا ہے۔ یہ شعر تخلیق کار کی اس کیفیت کا آئینہ ہے جہاں پر نظر نقاد بن چکی ہو اور خود کو بچانا مشکل ہو۔

یہ نہ سوچو اُسے انداز سکھائے کس نے
زہر سانپوں کو وراثت میں ہی مل جاتا ہے(21)

یہ شعر علامتی اسلوب کا خوب صورت نمونہ ہے۔ سانپ سے مراد یہاں ظالم اور جابر انسان ہے اور زہر والا ڈنک مارنا یعنی نقصان پہنچانا اس کی فطرت میں شامل ہے۔ بعض لوگوں کو برائی سکھانی نہیں پڑتی بل کہ اُن کی فطرت میں شامل ہوتی ہے۔ سانپ استعارہ ہے۔ زہر علامت ہے اور انداز سکھانا کنایہ ہے۔

ہر ایک شخص کو تم نے وفائیں بیچی ہیں

کرو یہ بند محبت کی اب دُکان، پلیز(22)

اس شعر میں فیصل زمان کہتے ہیں کہ تم وفاؤں کے تاجر؛ محبت کی تجارت کرتے ہو، تم نے تو وفائیں بیچی ہیں۔ یعنی محبت کا بھرم رکھنے کی بجائے اپنے مفاد کو مقدم رکھا اور محبت کا سودا کیا۔ تم نے رشتوں کو بازار بنا دیا ہے۔ اب تمہاری دُکان جو تم نے اپنے مفاد کے لیے کھولی ہے بند ہونی چاہیے۔ پلیز کا استعمال نہایت دلکش اور جدید شعری اسلوب ہے۔

گولی بارود سے گھبرایا ہوا ہوں فیصلؔ
کر بھی دو نہ مری دھرتی کا مقدر چڑیاں(23)

یہاں گولی اور بارود سے مراد ریاستی ناکامی، جنگی پالیسیوں اور مسلسل عدم استحکام کی علامت ہے۔ یہ شعر اس بات کی دلیل ہے کہ گولی اور چڑیاں بس یہی دو لفظ پوری دنیا کی سیاست بھی ہیں اور پوری انسانیت کی دُعا بھی۔ دراصل یہ امن کی شاعری ہے اور چڑیاں امن کی علامت ہیں۔ شاعر یہ دعا مانگ رہا ہے کہ اب اس دھرتی پر بچوں کی ہنسی اور چڑیوں کی آواز لوٹا دو۔ شاعر بندوق کے مقابلے پرندے کھڑے کرتا ہے۔ چڑیاں ایک ایسے مستقبل کی علامت ہیں جہاں طاقت نہیں زندگی کا راج ہو۔

کوے بھی مولے بھی مقابل تھے فضا میں
بازی لیے جاتے رہے ہر بار کبوتر(24)

شاعر کہتا ہے کوے مکار موقع پرست انسان، مولے کم ظرف، کبوتر، امن اور بے ضرر کردار۔ اس شعر میں صنعت تضاد کا استعمال عمدہ ہوا ہے۔ کوے ، مولے، کبوتر یہ تضاد ہمیں بتاتا ہے کہ طاقت اور زیادہ تعداد کے باوجود برتری ہمیشہ اخلاق اور امن کی علامت ہوتی ہے۔ کبوتر امن کی علامت ہے۔ یہ شعر ہمیں یقین دلاتا ہے کہ فضا جتنی بھی مکاروں اور کم ظرف لوگوں سے آلودہ کیوں نہ ہو آخر کار امن اور سچ ہی کی جیت ہوتی ہے۔

کاش قسمت کا لکھا تھوڑا بڑھا بھی سکتے
اپنے حالات کی ناؤ کو بچاؤں کیسے(25)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

شاعر نے اس شعر میں حروف تاسف کا استعمال کیا ہے کہ کاش قسمت میں جو تقدیر لکھی گئی یا کوئی غم لکھا گیا ہے۔ ہم اس کو مٹانے کی ایسی طاقت رکھتے کہ ہماری قسمت ہی بدل جاتی اور دوسرا مطلب ہے قسمت میں لکھا گیا رزق، دولت، طاقت کہ ہائے افسوس ہمیں اپنی قسمت کو لکھنے کا اختیار ہوتا اور ہم اپنا دانہ پانی بڑھا سکتے۔ اپنے حالات کی کشتی جو زمانے کی لہروں میں دگرگوں ہے یا زمانے کے بھنور میں پھنس چکی ہے اس کو نکالنے کے اسباب پیدا کر سکتے۔ حالات کی ناؤ دراصل استعارہ ہے اور کاش حسرت کی علامت ہے جب سب کچھ لکھا جا چکا ہو تو جدوجہد کی اُمید کہاں رہ جاتی ہے؟

تو ہی سوز ہے، تو ہی ساز ہے، تو ہی ہست و بود کا راز ہے
مجھے روز و شب کی خبر نہیں، تیری قربتوں کے حصار میں (26)

یہ شعر حُسنِ تعلیل کی خوب صورت مثال ہے۔ سوز جذبہ، ساز ترتیب یعنی درد بھی اسی سے ہے اور اسی درد کی موسیقیت بھی اسی کی عطا ہے۔ اس شعر میں صوفیانہ اشارہ بھی ہے۔ وقت مٹ گیا ہے دن رات کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ حصار عام طور پر قید کا لفظ ہے مگر یہاں مراد قید نہیں بل کہ قربت اور محفوظ دائرہ ہے۔ یہ شعر بتاتا ہے کہ جب قربتِ الٰہی نصیب ہو جائے تو سب پیچھے رہ جاتا ہے۔ اصل میں یہ شعر عشقِ حقیقی پر مبنی ہے۔ فیصل زمان کا اسلوب سادہ اور اعلیٰ درجے کا ہے۔

یہ آرزو ہے کہ فیصلؔ یوں معتبر ٹھہریں
کہ جب چلیں تو زمانے میں سر اُٹھا کے چلیں (27)

فیصل زمان کا یہ شعر ان کی نظم "اک خواب پاکستان کے لیے" سے لیا گیا ہے۔ یہ اس نظم کا مقطع ہے جس میں شاعر کہتا ہے اور دعا گو ہے کہ میری یہ خواہش ہے، تمنا ہے کہ عالمی سطح پر ہماری خارجہ پالیسی اتنی طاقتور ہو کہ پاکستان کو معتبر سمجھا جائے اور ہماری معیشت بھی اتنی ترقی کرے اور مضبوط ہو کہ ہم پوری دُنیا میں جہاں بھی جائیں تو فخر سے ہمارا سر بلند ہو کہ ہم پاکستانی ہیں۔

ہے زرد فلک چاند ستاروں میں لہو ہے
کشمیر کی جھیلوں میں، چناروں میں لہو ہے (28)

فیصل زمان کا یہ شعر مزاحمتی انداز لیے ہوئے تصویری اور منظر کشی والا ہے۔ یہ شعر ہمیں پورا منظر ہی خون آلود دکھاتا ہے۔ زرد فلک دراصل بیماری، خوف یا موت کی علامت ہے۔ چاند، ستارے جو عام طور پر محبت، حسن، خوب صورتی اور امن کی علامت سمجھے جاتے ہیں؛ یہاں خون آلود ہیں یعنی کشمیر میں ظلم اس حد تک پھیل چکا ہے کہ کائنات کی پاک صاف علامتیں بھی آلودہ ہو گئی ہیں۔ یہ اخلاقی احتجاج ہے جھیلوں سے مراد شفافیت اور سکون ہے جب کہ چنار کے معنی ثقافت اور زندگی ہے۔ لہو صرف انسانوں تک محدود نہیں رہا بل کہ فطرت اور بے جان مناظر بھی زخمی ہیں اور درد کی گواہی دے رہے ہیں۔

تجھ پہ گزری ہے قیامت اے فلسطین مرے
پھر بھی قائم تری ہمت اے فلسطین مرے (29)

یہ شعر مرثیہ بھی ہے اور سلام بھی۔ قیامت سے مراد یہاں مسلسل تاریخ ہے۔ قتل و غارت اور خاموش عالمی اور اسلامی ضمیر تجھ پہ گزری کہہ کر شاعر صدیوں کے زخموں کی بات کر رہا ہے۔ سب کچھ چھن جانے کے بعد ہمت کا قائم رہنا اور ہمت صرف لڑنے کی نہیں بل کہ زندہ رہنا، پہچان بچانا اور سر نہ جھکانے کی ہمت ہے۔ اے فلسطین مرے کہہ کر شاعر خود بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور فلسطینیوں کے دکھ میں خود کو برابر کا شریک سمجھا ہے اور میرے خیال میں شاعر کے یہ تین لفظ "اے فلسطین مرے" ان بے ضمیر عالمی حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے اور ان سے لاکھ درجے بہتر ہیں جو فلسطین کی مدد تو درکنار اُن کے لیے کوئی مذمتی بیان تک جاری نہیں کرتے۔

مزدور کا خوں جن کی تجوری کا اُجالا
دیتے ہیں وہی سیٹھ وہ مخدوم دلاسے (30)

یہاں مزدور کے خوں سے مراد محض خوں نہیں بل کہ محنت، خون پسینہ اور جوانی کی زندگی ہے۔ تجوری کا اُجالا استعارہ ہے یعنی دولت کی چمک کسی اور کے استحصال سے روشن ہے۔ سرمایہ داروں کی روشنی انسانوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہے۔ سیٹھ اور مخدوم جو سب سے زیادہ اس نظام سے فائدہ اُٹھاتے ہیں وہ مزدور کو دلاسے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

دیتے ہیں۔ صبر کرو، ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یعنی زخم بھی انہیں کے اور مرہم بھی انہیں کے۔ یہ شعر ہمیں بتا رہا ہے کہ اصل مسئلہ غربت نہیں بل کہ نظام ہے جہاں محنت کرنے والا ہی خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔

فیصل زمان چشتی ایک کھرے اور سچے شاعر ہیں اور یہی اُن کی شاعری میں بھی نظر آتا ہے ان کی شاعری زندگی کی حقیقتوں سے جُڑی نظر آتی ہے ان کی شاعری میں غالب موضوع دُکھ، درد، ہجر، زندگی اور انسانی رویے اور زندگی کی تلخیاں ہیں گہرائی بھی ان کی شاعری کا بنیادی وصف ہے سب سے بڑھ کر رفعت خیال یعنی ترفع ان کی شاعری کو جلا بخشتا ہے۔ اُن کا کلام اعلیٰ معیاری درجے پر پورا اُترتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جا بجا مختلف صنعتوں، علامتوں اور استعاروں کو برتا ہے۔ صنعت تکرار ، تضاد، ابہام، سیاق الاعداد، تجنیس، مراعات النظیر تلمیح، سہ حرفی اور دو حرفی تراکیب، استفہام اور عطفی تراکیب کا استعمال بھی کیا ہے اور یہی چیز اُن کے اسلوب بیاں کی اہمیت کو اُجاگر کرتی ہے اور دَورِ حاضر کے دیگر نوجوان شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔

حوالہ جات:

۔مذکورہ معلومات فیصل زمان چشتی کے قومی شناختی کارڈ سے لی گئی ہیں۔
2۔حیدر زمان چشتی۔انٹرویو: برادر فیصل زمان چشتی، 17۔جنوری 2026-بوقت 2:00 بجے سہ پہر۔بمقام 123/7-ER (رہائش)
3۔فرحت عباس شاہ۔(دیباچہ) "شعر کی دھڑکنوں کو توازن بخشنے والا شاعر"، "مشمولہ "ہجر کو بخشی دھڑکن" ماورا پبلشرز لاہور 2022ء
4۔فیصل زمان چشتی "ہجر کو بخشی دھڑکن" ماورا پبلشرز لاہور، 2022ء، ص110
5۔غافر شہزاد، ڈاکٹر، مضمون "ہجر کو بخشی دھڑکن کا شاعر" مشمولہ "ہجر کو بخشی دھڑکن ماورا پبلشرز لاہور، 2022ء دیباچہ
6۔شاہدہ دلاور شاہ، ڈاکٹر، "فیصل زمان چشتی کا زرِ تخیل" مشمولہ ہجر کو بخشی دھڑکن" ماورا پبلشرز لاہور، 2022ء دیباچہ
7۔خالد شریف (فلیپ) "ہجر کو بخشی دھڑکن" ماورا پبلشرز لاہور، 2022ء
8۔فیصل زمان چشتی "ہجر کو بخشی دھڑکن" ماورا پبلشرز لاہور، 2022ء، ص29
9۔ایضاً، ص31
10۔ایضاً، ص33
11۔ایضاً، ص35
12۔ایضاً، ص38
13۔ایضاً، ص43
14۔ایضاً، ص44
15۔ایضاً، ص47
16۔ایضاً، ص48
17۔ایضاً، ص49
18۔ایضاً، ص53
19۔ایضاً، ص58
20۔ایضاً، ص65
21۔ایضاً، ص126
22۔ایضاً، ص127
23۔ایضاً، ص123
24۔ایضاً، ص125
25۔ایضاً، ص138
26۔ایضاً، ص91
27۔ایضاً، ص153
28۔ایضاً، ص154
29۔ایضاً، ص159
30۔ایضاً، ص158